© rasailojaraid.com

مطبوعاتِ شیخ زاید اسلامک سینٹر

اردو کتب :

☆قرآن وسنت-چند مباحث (جلد اول ودوم)	حافظ احمد یار
☆اختلاف قرأت اور نظریہ تحریف قرآن	فیروز الدین شاہ
☆رسمِ عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت	سمیع اللہ فراز
☆قرأت شاذہ: شرعی حیثیت، تفسیر وفقہ پر اثرات	محمد اسلم
☆امام ابن شہاب زہری اور ان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ	حافظ محمد عبد القیوم
☆نبی کریم ﷺ بحیثیت مثالی شوہر	بشیر احمد صدیقی
☆عصرِ حاضر میں اجتہاد اور اس کی قابلِ عمل صورتیں	شیخ زاید اسلامک سنٹر
☆عربی شاعری-ایک تعارف	خورشید الحسن رضوی
☆آئینۂ کردار	زاہد منیر عامر
☆ھمزیاتِ عشر	صوفی ضیاء الحق
☆مغربی تہذیب-ایک معاصرانہ جائزہ	جاوید اکبر انصاری
☆مقالاتِ گیلانی	مولانا مناظر احسن گیلانی
☆پاکستان میں عربی زبان	مظہر معین
☆سجدۃ القلم	سعید احمد بودلہ
☆قید وبند کا اسلامی تصور	محمد اعجاز
☆پاکستان میں اسلام اور لبرل ازم کی کشمکش	اشتیاق احمد گوندل
☆جدید فقہی مسائل	حافظ عبد الباسط خان

عربی کتب :

☆قلائد الجمان لابن الشعار	تحقیق وتعلیق: خورشید رضوی
☆شرح اربعین النووی	تحقیق وتعلیق: خالد علوی
☆المنهاج السوی للسیوطی	تحقیق وتعلیق: جمیلہ شوکت
☆تحفۃ الطالبین لابن العطار	تحقیق وتعلیق: جمیلہ شوکت

انگریزی کتب :

The Role of Mosque in Muslim Community	Ishtiaq Ahmed Gondal

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مستشرق برنارڈلیوس کے اسلام پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

(کتاب "The Crisis of Islam" کا خصوصی مطالعہ)

فرحت نسیم علوی*

حق اور باطل کا تصادم تو روز اول سے ہے۔ ہر زمانے میں کفریہ اور طاغوتی طاقتیں اسلام کے خلاف نبرد آزما رہی ہیں۔ اسلام کی تاریخ کے ساتھ ساتھ کفر کی بھی ایک تاریخ ہے۔ کفر ہر زمانے میں اپنی شکل بدل بدل کر اسلام سے پنجہ آزمائی کرتا رہا۔ روز ازل سے یہ جنگ جاری ہوئی اور تا حال جاری ہے۔ کفر جب طاقت میں ہوتا ہے تو وہ اپنی طاقت اسلام کے خلاف میدان جنگ میں استعمال کرتا ہے۔ جب کفر کمزور ہوتا ہے تو منافقت کی شکل اختیار کر لیتا ہے، کیونکہ وہ سامنے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ سازشوں کا رستہ اختیار کرتا ہے۔ کفر ہر دور میں اسلام کے درپے رہا ہے مگر ہر زمانے میں اسے ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ خاص طور پر صلیبی جنگوں کے بعد اس نے اپنی پالیسی تبدیل کرتے ہوئے اسلام کو شکست دینے کے لیے ایک روپ دھارا، وہ روپ ''تحریک استشراق'' تھا۔ کیونکہ عیسائی دنیا سمجھ گئی کہ مسلمانوں کو تلوار سے شکست دینا ناممکن ہے تو انہوں نے مسلمانوں اور اسلام کی تعلیمات کو متنازعہ بنانے کے لیے ایک باقاعدہ تحریک شروع کی۔ جس تحریک کو تحریک استشراق کہتے ہیں۔ اس تحریک نے کسی حد تک کامیابیاں بھی حاصل کیں۔ خود ان کے نزدیک یہ تحریک خاص علمی اور تحقیقی تحریک ہے جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے، لہٰذا لوگوں کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

اس سے پہلے کہ اصل موضوع کی بات کی جائے، ضروری ہے کہ مستشرق کی مختصر و جامع تعریف کر دی جائے اور تحریک استشراق کے مقاصد اور اہداف کو بھی بیان کر دیا جائے۔ جہاں تک عمومی طور پر مستشرق کے بارے میں تصور ہے وہ یہ ہے کہ مشرقی علوم کا ماہر مستشرق کہلاتا ہے۔ مستشرق وہ ہے جو مشرقی علوم و آداب میں مہارت حاصل کرے۔ (۱)

المنجد میں مستشرق کی تعریف کچھ یوں کی گئی:

''العالم باللغات و الآداب والعلوم الشرقية و الاسم الاستشراق.'' (۲)

اگر اس کو وسیع کیا جائے تو اس میں لسانیات، ثقافت اور تاریخ اور رسومات بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ Collins ڈکشنری میں اس کی تعریف کی گئی ہے:

An Orientalist is some one from west who studies the languages, culture, hisotry or customs of countreis in eastern Asia. (3)

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا، پاکستان۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقیقت میں ضروری نہیں کہ مستشرق مغرب کا رہنے والا ہو بلکہ استشراق یا مستشرق دراصل ایک اسلوب اور فکر اور نظریے کا نام ہے جس کا تعلق کسی بھی علاقے سے ہوسکتا ہے۔ یہ نظریہ صدیوں پرانا ہے۔ اس کی تاریخ اتنی پرانی ہے کہ خود استشراق یا Orientalist کے لفظ سے بھی قدیم ہے۔ اس کے مقاصد ایک ہی رہے، شکلیں بدلتی رہیں۔

اس تحریک کے مقاصد ہر زمانے میں ایک ہی رہے یعنی مسلمانوں اور اسلام کے خلاف، جب میدان جنگ میں مسلمانوں کو یہ شکست نہ دے سکے تو انہوں نے اپنے اہداف اس تحریک کے ذریعے پورے کرنے کی کوشش کی۔ عبدالعظیم الدیب نے اپنی کتاب المنہج عندالمستشرق میں ان کے اہداف اور مقاصد کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب میں مستشرقین کی تمام تحقیق کو بدنیتی پر مبنی قرار دیتے ہوئے کہا کہ مستشرقین جتنی بھی ہمارے مذہب پر تحقیق کرتے ہیں وہ ہمارے لیے نہیں ہوتی بلکہ لکھا: **لا یکتبون لنا** (وہ ہمارے لیے نہیں لکھتے) بلکہ خاص مقاصد کے حصول کے لیے لکھتے ہیں، وہ چند مقاصد اور اہداف جن کا ذکر عبدالعظیم الدیب نے کیا:

۱- اسلام کے بارے میں غلط فہمی پھیلانا کہ انسانیت کہیں اسلام نہ لائے۔

۲: شرق سے آگاہی، ان کی زمینوں، ان کی رسومات، ان کی زبانوں، ان کے دین وعقائد پر مکمل نگاہ تاکہ ان تک پہنچنے کے راستے ہموار ہوسکیں۔ (۴)

اس مقصد کے حصول کے لیے قرآن، حدیث، تاریخ اسلامی، ثقافت اسلامی کو مسخ کر کے اس کی بھیانک اور غلط تصویر لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں، تاکہ اسلام سے لوگوں کو بددل اور متنفر کیا جائے۔ تحریک استشراق اسلام کے بارے میں مکمل معلومات اس لیے حاصل کرنا چاہتی ہے کیونکہ اس کے بعد مسلمان قوم پر غلبہ پانا ناممکن ہے۔ یہ وہ مقاصد اور اہداف ہیں جو اس تحریک نے مدنظر رکھ کر آغاز کیا۔ اس تحریک نے علمی دنیا کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں میں ایک طبقہ پیدا ہوگیا جو مستغربین کہلائے۔ آج مسلمانوں کو مستشرقین سے زیادہ خطرہ نہیں ہے کہ بلکہ ان نام نہاد مذہبی اور اسلامی سکالروں سے زیادہ ہے جو مغرب سے متاثر ہوئے۔

مستشرقین کا ایک انداز یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ انہوں نے ایک طرف قرآن کی حقانیت اور صداقت کا اعتراف کیا تو دوسری طرف قرآن میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کی جیسا کہ جارج سیل کا قرآن پر تحقیقی کام جس نے نہ صرف ترجمہ بلکہ تاریخ عرب اور اہل کتاب کی پوری تاریخ کا احاطہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کے اہم پہلوؤں پر بھی رائے زنی کی، اگرچہ اس نے جانبداری کا مظاہرہ کیا۔ (۵) اس طرح حدیث پر جوزف شاخت کا کام ہے۔ (۶) بلا شبہ قرآن وسنت، فقہ، فلسفہ، تاریخ پر مستشرقین کے کام کا اعتراف کرنا ضروری ہے۔ دوسری طرف ان مستشرقین نے اسلامی مصادر پر حملے بھی کیے۔ جس سے اسلامی ماخذ کے متعلق کئی بحثوں نے جنم لیا۔ ان مستشرقین میں برنارڈ لیوس بھی شامل ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس نے The Crisis of Islam لکھی جو کہ ۹/ابواب پر مشتمل ہے۔

برنارڈ لیوس 31 مئی 1916ء کو متوسط درجہ کے یہودی گھرانے میں Stoke Newing Town میں پیدا ہوا۔ 1936ء میں یونیورسٹی آف لندن سے گریجوایشن کیا۔ اسلامک ہسٹری میں ڈاکٹریٹ کی۔ اس کے بعد سکول آف اورئینٹل اینڈ افریقن سٹڈیز(SOAS) میں بطور لیکچرر اپنی پیشہ وارانہ تدریسی خدمات کا آغاز کیا۔ دوسری جنگ عظیم میں برٹش آرمی میں بھرتی ہوا۔

جنگ کے بعد دوبارہ SOAS میں واپس آ گیا۔ 1947ء میں 57 سال کی عمر میں پرنسٹن یونیورسٹی میں تدریسی خدمات سرانجام دیں شروع کیں۔ مشرقِ وسطیٰ میں اسرائیل اور امریکہ کے کردار کا نقاد رہا ہے۔ دہشت گردی کو بیسویں صدی کی پیداوار کہتا ہے۔ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ اسلامک ہسٹری یا اسلام کی روح کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ خود کو غلطیوں کی نشان دہی کرنے والا مصنف سمجھتا ہے جیسا کہ ہر مستشرق یہی تاثر دیتا ہے کہ وہ غیر جانبدار ہے۔ اس کے بارے میں بعض نقادوں کا خیال ہے کہ یہ ترکی کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا مگر عربوں کے بارے میں کچھ سمجھ نہ سکا۔ (۷)

۳۰ سے زائد کتب کا مصنف ہے۔ ایک عجیب المیہ کہ برنارڈ اپنی کتاب باب نمبر آٹھ میں متضاد آراء کا اظہار کرتا ہے۔ ایک طرف دہشت گردی کا اسلام سے تعلق جوڑتا ہے اور وہابی تحریک کی مخالفت کرتا ہے۔ اسے Violent Movement کہتا ہے اور 9/11 کے واقعہ کو مسلمانوں سے جوڑتا ہے۔ کہتا ہے:

> The Terrorists who attacked America on September 11 have no Justification in tha Qur'an.(8)

دوسری طرف امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے اس موقف کی تردید کرتا ہے کہ دہشت گردی کی جنگ، دہشت گردوں کے خلاف ہے نہ کہ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف۔ اس کے بارے میں لکھتا ہے:

> If we analyze this view that this war is against terroism and not against Islam, it seems totally wrong to us because Weterns think Islam and Terrorism as synonym to each other. (9)

وہ خود کہتا ہے کہ یورپ کو سب سے زیادہ خطرہ اسلام سے ہے اور اہل یورپ نہیں چاہتے کہ مسلمان ممالک ترقی کریں۔ ایک جگہ اپنی کتاب میں یورپین کا وہ خود ہم نوا نظر آتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمیں مکمل تیاری و ساز و سامان کے ساتھ اس دہشت گردی کا مقابلہ کرنا چاہیے:

> Lewis says that we should be well equipped to defend ourselves against terrorists who are trying to annihilate us.(10)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود کہاں کھڑا ہے۔ اسی طرح ایک طرف ترکوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتا ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے ان کے ساتھ زیادتی کی ہے کہ ان کے ملک کو تقسیم کر کے ان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا جبکہ دوسری طرف اسامہ بن لادن کے بارے میں یہ موقف کہ انہوں نے جہاد کا جذبہ ترکوں سے حاصل کیا۔ ان کے اندر امریکہ کی مخالفت بھی ترکی خلافت سے پیدا ہوئی۔

Lewis says that end of Caliphate was a great stun for Muslims and they tried hard to reacquire this post but they remained abortive. After this back ground, he says that "and it is said that Usama bin Laden himself had-or-has aspiration to the Caliphate."(11)

برنارڈ لیوس نے اپنی کتاب میں کئی اعتراضات کیے اور سوالات اٹھائے۔ اسلام کو ایک ناکام مذہب ثابت کرنے کی کوشش کی۔ پیغمبر اسلام کو محض ایک سیاست دان یا معیشت دان ثابت کرنے کی کوشش کی اور عیسائیت کو اسلام کے مقابلے میں زیادہ کامیاب مذہب قرار دیا۔ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اسلام لوگوں کے معاشی، معاشرتی، جذباتی اور نفسیاتی مسائل حل کرنے میں ناکام رہا ہے۔

ایک طرف برنارڈ لیوس کا یہ موقف ہے کہ اسلام نے مشرق و مغرب کو بہت کچھ دیا ہے بلکہ مغرب کی موجودہ ترقی اسلام ہی کی وجہ سے ہے تو دوسری طرف برنارڈ لیوس کا یہ کہنا ہے کہ پچھلی تین صدیوں میں مسلمان مفکرین اور مسلم حکمران انسانیت کے جذباتی مسائل کو حل کرنے میں ناکام رہے۔ (۱۲)

اولاً تو مسلمان حکمرانوں کی ناکامی کو اسلام کی ناکامی کہنا غلط ہے۔ برنارڈ مسلمان حکمرانوں کی نااہلیوں کو اسلام پر چسپاں کرنے کی کوشش کرتا ہے جو کہ تحقیقی اعتبار سے غلط ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام نے لوگوں کے تمام مسائل حل کرنے کے لیے نہ صرف نظریاتی اساس فراہم کی ہے بلکہ عملی اقدامات کیے ہیں۔ ان اقدامات کو اسلامی ریاست کے لیے لازم قرار دیا ہے۔ مثلاً:

۱۔ بچوں سے لے کر بوڑھوں تک معاشی ذمہ داریاں ریاست کو دی ہیں۔ اس میں نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی شامل ہیں۔

۲۔ اسی طرح معاشرتی مسائل میں عورت کی حیثیت کو متعین کیا ہے۔ اس کے حقوق و فرائض متعین کیے۔ معاشرہ میں اس کو چار مقام دلوائے جو کہ ماں، بیٹی، بہن، شریک حیات۔ معاشرہ کے ہر فرد کی جان، مال، عزت کا تحفظ کیا۔

لوگوں کے جذباتی احساسات کے لیے نکاح کا مسنون طریقہ مقرر فرمایا:

"النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی ." (۱۳)

ماں باپ، اولاد جو کہ خاندانی ادارہ ہے۔ ان کے حقوق و فرائض متعین کیے۔ الغرض معاشرہ میں رہنے والے تمام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یونٹ اور اکائیوں کا پورا نظام متعین کیا جیسا کہ سورہ النساء میں ارشاد ہے:

﴿وَ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَ لَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ وَ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا﴾ (۱۴)

اور سورۃ بقرہ میں ہے کہ:

﴿یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ﴾ (۱۵)

معاشرے کے اندر غریب اور امیر لوگوں کا تفاوت ختم کیا۔ خلیفہ وقت اور ایک عام آدمی کو برابر لا کھڑا کیا۔ قانون کی نظر میں سب کو برابر کر دیا۔ عدالتی نظام اس قدر مستحکم کیا۔

برنارڈلیوس کو اسلامی تاریخ کا ان میں سے کوئی واقعہ نظر ہی نہیں آتا کہ جہاں بھی دنیا میں اسلامی نظام کو اپنی اصلی شکل میں لاگو کیا گیا اسے دنیا کے مسائل حل کر کے دکھائے۔ اس میں خاص طور پر خلفاء راشدین کا زمانہ، اسلامی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔ لیکن یہ سوال آج کل مستشرق یا مستغرب کر سکتا ہے کہ یہ بہت صدیوں پہلے کی بات ہے۔ ہاں یہ درست ہے مگر ہم اس کا جواب یہ دے سکتے ہیں نہ صرف خلفاء راشدین بلکہ خلفاء کے بعد ایک عرصہ گزر گیا۔ بادشاہت آ گئی۔ خلافت ملوکیت میں بدل گئی۔ پھر عمر بن عبدالعزیز آئے تو انہوں نے اسلام کے اس نظام کو دوبارہ سے لاگو کیا۔ زیادہ عرصہ نہ لگا، لوگوں کے پھر سے حالات بدلے۔ خلفاء راشدین کا دور زندہ ہو گیا۔ اس کے بعد بھی مسلمانوں نے اندلس کے اندر صدیوں حکومتیں کیں، رعایا کے حقوق کا تحفظ کیا۔ مسلمان کیا غیر مسلم بھی ان حکومتوں سے راضی تھے۔ تعلیم، صحت، معاش کا حصول لوگوں کے لیے آسان تھا۔ آج بھی اس نظام کو اپنی روح کے مطابق اگر لاگو کر دیا جائے تو دنیا کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

برنارڈلیوس کا ایک اعتراض یہ ہے کہ بانی اسلام نے ایک سیاسی ریاست تخلیق کی جبکہ مذہبی ادارہ قائم نہیں کیا۔ اس کے برعکس ایک جگہ اپنی کتاب میں عیسائیت کی مذہبی اور سیاسی حیثیت کو بیان کرتے ہوئے اعتراف بھی کرتا ہے کہ اسلام نے عیسائیت کے برعکس مدینہ میں ایک ایسا معاشرہ قائم کر دیا تھا جو بیک وقت سیاسی اور مذہبی تھا۔ (۱۶) مستشرقین کا یہ المیہ ہے کہ ان کی تحریروں میں تضادات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ واضح ہے کہ ان کے نظریات کی بنیاد محض مفروضوں پر ہوتی ہے۔ تحقیق کا نام دے کر اصول تحقیق کے خلاف تحقیق کرتے ہیں۔ پہلے سے طے شدہ نتائج پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھتے ہیں۔ حالانکہ تحقیق کا بنیادی اصول ہے کہ محقق کا غیر جانبدار اور خالی الذہن ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ عبدالعظیم الدیب نے اپنی کتاب ''المنهج عند المستشرقين'' میں لکھا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''تحقیق کی پہلی شرط اوراس کی بنیاد خواہش نفس سے خالی الذہن ہونا۔ اس کے اثر سے بچنا ہے، آپکا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو پہلے ایک ہدف اور نتیجہ بنا لیتا ہے، پھر اس کی تائید کے لیے تحقیق شروع کر دیتا ہے۔ یہ نہ تو علم ہے نہ تحقیق، اس کی جو شکل وصورت ہو، وہ مستشرقین اپناتے ہیں۔(۱۷)

برنارڈ لیوس ایک طرف بانی اسلام کے بارے میں یہ کہتا ہے انہوں نے ایک سیاسی ادارہ قائم کیا، مذہبی نہیں۔(۱۸) اگر غور سے عیسائیت کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے جس کا حوالہ بھی برنارڈ لیوس دیتا ہے۔ عیسائیت میں وہ مذہبی ادارہ الگ اور سیاسی ادارہ الگ حیثیت رکھتا ہے۔ عیسائیت میں بھی وہ مزہبی اور سیاسی تفریق کرتے نظر آتا ہے حالانکہ اسلامی تاریخ کا اس نے بغور شاید مطالعہ ہی نہیں کیا کہ بیک وقت خلیفیہ جو ریاست کے امور کو چلارہا ہوتا ہے، وہ مسجد میں آکر امامت بھی کرتا ہے اور فوجوں کا سالا(Chief Commander) بھی ہوتا ہے۔ اور عدالتی نظام میں وہ چیف جسٹس بھی ہوتا ہے۔ پھر مسجد جو ایک خالص عبادت گاہ ہے، وہیں اولین زمانہ اسلام میں سارے نظام چلتے رہے اور وہ معاشی، معاشرتی، سیاسی، فوجی اور مذہبی عدالتی نظاموں کا مرکز تھی۔

موصوف نے اسلامی تحریکوں کی کامیابی پر الزام تراشی کی آڑ میں دراصل مسجد کے تقدس کو پامال کرنے کی کوشش کی ہے۔(۱۹) جبکہ دنیا جانتی ہے کہ ہر اسلامی دور میں مسجد ایک خاص اہمیت کی حامل رہی ہے۔ مذہبی، سیاسی، انتظامی اور تعلیمی ہر صورتحال میں مسجد کا انسانیت کی فلاح میں مرکزی کردار رہا ہے۔ لیکن ان مذاہب میں دین ودنیا کا حسین امتزاج نہ تھا بلکہ دین ودنیا دو متضاد کیفیات کا نام تھا۔ ایسے میں ان کے عبادت خانے اگر مساجد جیسا کردار ادا نہیں کر پائے تو اس میں اسلام کے دور کی مساجد کا قصور تصور نہیں ہوسکتا، البتہ مسجد کو اسلام میں معاشرے کی فلاح کا بہترین ذریعہ قرار دیا جاسکتا ہے جس سے انسان کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگتی کہ مسجد ہی گوشہ سکون وطمانیت ہے اور شوکت اسلام کا اظہار ہے اور مسجد حربی لحاظ سے بھی خاص اہمیت کی حامل ہے اور آپ ﷺ سے لے کر خلفاء راشدین اور بعد ازاں کے ادوار میں عساکر کی روانگی مساجد سے ہوئی لیکن مسجد کبھی بھی ناحق بات کا ساتھ دینے میں استعمال نہیں ہوئی اور نہ ہی کسی علاقے یا انسانوں پر ظلم وستم ڈھانے میں مسجد کا استعمال ثابت ہوسکتا ہے۔ البتہ انسانیت کی فلاح اور خیر خواہی کے واضح احکامات موجود ہیں۔

﴿لَمَسۡجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقۡوٰى مِنۡ اَوَّلِ يَوۡمٍ﴾(۲۰)

البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔

اسی طرح مسجد تو امن کا نشان ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿وَ مَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا﴾ (۲۱)

''اور جو شخص اس میں داخل ہو جائے وہ امن والا ہو جاتا ہے۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسجد دراصل خالص ایمان والوں کے لیے حصول سکون کا مقام ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے کہ:

"المومن فی المسجد کالسمک فی الماء و المنافق فی المسجد کالطیر فی القفس." (۲۲)

جیسا کہ اسلام کے معاشرتی نظام میں ڈاکٹر خالد علوی نے لکھا ہے:

"مسلمانوں کے ہاں مسجد کی حیثیت وہ نہ ہے جو دیگر مذاہب میں پائی جاتی ہے۔ اسلامی معاشرے میں مسجد مختلف اعتبارات سے مرکزی حیثیت کی حامل رہی ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل حیثیتیں قابل ذکر ہیں۔ مرکز عبادت، سیاسی مرکز، انتظامی مرکز، عدلیہ کا مرکز، تعلیمی مرکز۔" (۲۳)

اسی طرح جب برنارڈلیوس آمریت کو قبول نہ کرنے کے لیے مسلمانوں کے موقف پر الزام تراشی کرتے ہوئے مسجد کے تقدس پر حملہ کرتا ہے تو یہ بات بھی اس کو ذہن نشین رکھ لینی چاہیے کہ جب خالص ایمان والے اکھٹے ہوں اور ایک دوسرے سے اخلاص سے روابط رکھیں تو پھر کیونکر اہل ایمان ظلم وستم برداشت کریں اور آمریت جسے خود مصنف کے مذہب میں پسند نہیں کیا گیا، اور خود ان کے اپنے ہم وطن نفرت کرتے ہیں تو پھر کیسے توقع رکھی جاسکتی ہے کہ اسلام کے پیروکار کسی آمر کی حکومت کو قبول کرسکتے ہیں۔

خیرون القرون میں سیاست اور مذہب میں فرق نہیں تھا۔ اسلام میں مذہب سے سیاست کو قطعاً الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اسلام کے نظاموں میں سے ایک نظام سیاسی نظام ہے۔ یہ جز ہے نہ کہ کل جیسا کہ برنارڈلیوس نے آیت اللہ خمینی کا جملہ نقل کیا کہ "اسلام یا تو سیاست ہے یا کچھ بھی نہیں ہے۔" گویا کہ اسلام پر سیاست غالب ہے، یہ موقف برنارڈلیوس کا ہے اور وہ اپنے موقف کی تائید میں آیت اللہ خمینی کا قول پیش کرتا ہے۔ (۲۴) یہ اصول غلط ہے اور یہ برنارڈلیوس جس کا حوالہ دے رہا ہے، یہ ان کی ذاتی رائے ہوسکتی ہے جس کو بنیاد نہیں بنایا جاسکتا، نہ اس سے اتفاق ضروری ہے۔ ایک اور وجہ مستشرق کی غلط فہمی کی یہ بھی ہے کہ مذہب کی تعریف جو مذاہب عالم میں سامی اور غیر سامی میں ہے۔ اسلامی حوالے سے مذہب کی تعریف ذرا اس سے مختلف ہے۔ اسلامی تاریخ میں انبیاء کا ظہور خاص قوم، علاقہ اور زمانے کے لیے تھا۔ وہ جز تھے، کل نہیں تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی عمارت کی تکمیل محمد رسول اللہ ﷺ پر کی۔ جیسا کہ بخاری "باب خاتم النبیین" میں حدیث موجود ہے کہ اس عمارت کی تکمیل میں ہوں۔"

اسلام کی آخری کتاب میں کسی جگہ مذہب کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ حالانکہ مذہب عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے برعکس دین کا لفظ قرآن مجید میں کئی مقامات پر آیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ ال عمران میں دو جگہ پر فرمایا:

﴿اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ کَرْھًا وَّ اِلَیْہِ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یُرْجَعُوْنَ﴾(۲۶)

﴿وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ (۲۷)

اس آیت مبارکہ میں جہاں دین کا لفظ نظام زندگی کے لیے بیان ہوا۔ مولانا مودودی نے اسلام کی چار بنیادی اصطلاحیں میں اسی فلسفہ کا ذکر فرمایا۔ اصطلاحات اربعہ میں سے ''دین'' کی اصطلاح کی پوری طرح وضاحت کی ہے۔(۲۸)

مستشرقین بشمول برنارڈ لیوس ''دین'' کے مفہوم کو سمجھنے سے قاصر ہیں کیونکہ عیسائیت اور یہودیت میں سیاست اور مذہب دونوں جدا ہیں اکثریت مستشرقین کی عیسائی اور یہودی ہے لہٰذا وہ مذہب کا مفہوم وہی لیتے ہیں جو عیسائی یا یہودی کے ہاں ہے۔ مستشرقین کا المیہ یہ بھی ہے کہ عربی زبان سے نابلد ہیں چند عربی کتب پڑھ کر غلط فہمی کا شکار ہوجاتے ہیں کہ وہ عربی دان بن گئے ہیں اور عربی کے ہر لفظ کے معانی اور مفہوم کو وہ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔ لہٰذا یہی وجہ ہے کہ کئی مستشرقین جنہوں نے قرآن مجید کے تراجم لکھے ہیں، نے فاش غلطیاں کی ہیں جیسا کہ جارج سیل The Koran میں جگہ جگہ غلطی کے مرتکب ہوئے۔(۲۹)

حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین کے اعتراضات ان کی اسلام دشمنی کو ظاہر کرتے ہیں جس کا اظہار کچھ مستشرقین کھل کر اور کچھ دبے لفظوں، اشاروں کنایوں سے کرتے ہیں۔ ایک طبقہ مستشرقین کا وہ بھی ہے بشمول برنارڈ لیوس کے جو اپنے اسلام دشمنی کا اظہار خوب صورت انداز تحریر کے ذریعے کرتے ہیں اور اس بیان میں تشکیک کا پہلو پیدا کر دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ بہت ساری وجوہات کے علاوہ یہ بھی ہے کہ مغرب فلسفہ نبوت سے عاری ہے کیونکہ مغرب میں کسی نبی کا ظہور ثابت نہ ہے۔ مغرب ہزار دعووں کے باوجود اپنے ہی معاشرے کے مسائل کے حل میں ناکام رہا ہے۔ آج بھی ناکام ہے۔ مغربی معاشرے جو اس وقت اخلاقی زوال کا شکار ہیں، ان کو اپنے معاشرے کے لیے اخلاقیات کی ضرورت ہے۔ اس کی اصلاح کی بجائے اسلام اور اہل اسلام پر اعتراضات کر کے وہ کون سی تحقیق اور علمی خدمت بجا لا رہے ہیں۔ المیہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر ایک طبقہ پیدا ہو گیا ہے جو ان کا ہم نوا بنا ہوا ہے۔ دین اسلام کی غلط تصویر یا اس کی مبہم تصویر پیش کر رہا ہے۔ ایک طرف کچھ نام نہاد مذہبی جماعتیں اسلام کو صرف سیاست تک محدود کر کے اپنے دنیاوی اغراض و مقاصد حاصل کرنا چاہتی ہیں جبکہ دوسری طرف ایک طبقہ ہے جو تصوف کے نام پر اسلام کو محض پوجا پاٹ اور خانقاہی نظام تک محدود کر رہا ہے۔ بین المذاہب ہم آہنگی کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔ قرآنی تعلیمات کے بالکل برعکس ''مکالمہ بین المذاہب'' کی حمایت میں وقت کا ضیاع ہو رہا ہے۔ اس کو دینی خدمت کا نام بھی دیا جا رہا ہے۔ غیروں کی خوشنودی کے لیے رواداری کے لیے نام پر اپنے دین کو کوڑیوں کے بھاؤ فروخت کیا جا رہا ہے۔ اس حالت کو قرآنی انداز میں یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ﴾ (۳۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو موقف W.Montgomery Watt نے اپنی کتاب Muhammad, Prophet and Statesman (۳۱) میں اختیار کیا کہ حضورﷺ کا مقصد ریاست کا قائم کرنا تھا وہ اس میں کامیاب ہوئے۔ اسی موقف کو برنارڈ لیوس نے The Crisis of Islam میں بیان کیا ہے کہ آپﷺ نے اپنی ریاست اور سلطنت قائم کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ایک مذہبی ادارہ تخلیق نہیں کیا یا انہیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں تھی، مغربی عیسائیت کی تاریخ میں بادشاہت اور مذہب کی تفریق جتنی اہم رہی ہے اسلام میں ایسا نہیں تھا۔ (۳۲)

اس سے یہ نتیجہ آسانی سے اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مستشرقین کا مشترکہ مقصد کیا ہے۔ وہ محض اسلام، بانی اسلام اور مسلمانوں کے بارے شکوک وشبہات پیدا کر کے لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنا چاہتے ہیں۔ ایک طرف اسلام ان تمام نظاموں کا حامل ہے جو تمام انسانوں کی ضرورت ہیں، دوسری طرف وہ چیلنجز جو دنیا کو مختلف ادوار میں درپیش ہیں یا ہوں گے۔ ان سب کا حل اسلام کے پیش کردہ نظام حیات میں موجود ہے۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ اسلامی نظام حیات کو جہاں بھی جس دور میں بھی لاگو کیا گیا، وہ نظام لوگوں کے لیے ایک مسیحا بن کر ابھرا۔ دنیا کو درپیش مسائل میں سے اہم ترین مسائل دو ہیں۔ ایک امن عامہ دوسرا معیشت، ان دونوں مسائل نے دنیا کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ جبکہ نامور سکالرز اور ماہرین نے معاشی اور معاشرتی اصلاح کے لیے مختلف تدابیر اختیار کرنے کی تجاویز دیں۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ کاش ایک دفعہ جس نظام کے خلاف مغربی دنیا پروپیگنڈا کر رہی ہے اس نظام کو اس کی اصل روح کے مطابق لاگو کیا جائے تو دنیا خود فیصلہ کر لے گی کہ کون سا نظام دنیا کے لیے قابل عمل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ برنارڈ جیسے لوگوں کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ اس نظام کے خلاف علمی تحقیق کے نام پر خوب پروپیگنڈا کریں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مستشرق اس نظام پر تنقید کرتے ہوئے خود تذبذب کا شکار ہوتا ہے اس کے اپنے ہی بیانات اس کے خلاف چلے جاتے ہیں۔ یہی حال برنارڈ لیوس کا ہے۔ ایک طرف اس کا خیال ہے کہ مسلمانوں نے نہ صرف سیاسی نظام قائم کیا بلکہ ریاست حاصل کی، جو ان کا بنیادی مقصد تھا۔ مذہب سے ان کو کوئی سروکار نہ تھا۔ دوسری طرف خود ہی کہتا ہے کہ وہ مذہبی کمیونٹی بن گئے۔ (۳۳)

آپﷺ اور مسلمانوں کا مقصد کسی دور میں بھی کوئی خطہ یا ریاست حاصل کرنا نہیں تھا، چہ جائیکہ پیغمبر پر اعتراض لگائیں کیونکہ اگر محض ریاست یا حکومت کا حصول یا دولت وجاہ حاصل کرنا نعوذ باللہ پیغمبر کا مطمع نظر ہوتا تو یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ کفار مکہ نے حضور کو دین اسلام کی تبلیغ کے ترک کرنے کے عوض یہ سب کچھ دینے کی پیش کش کی تھی۔ اگر یہی مقصد حضورﷺ کے سامنے ہوتا تو فوراً یہ پیش کش قبول کر لینی چاہیے تھی جبکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ ابن ہشام نے حضورﷺ کا جواب نقل کیا ہے:

"واللہ لو وضعوا الشمس فی یمینی و القمر فی یساری علی ان اترک ھذا الامر حتی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیظهره الله الدین او لا هلک فیه "(۳۴)

تو حضور ﷺ کے اس جواب سے اور عزم وہمت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کریم ﷺ کے سامنے مقصد اظہار دین یا کلمۃ اللہ کی بلندی یا غلبہ دین تھا اس کا اظہار قرآن میں سورۃ توبہ (۳۵) اور سورۃ فتح (۳۶) میں کیا گیا ہے۔ اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ایک مربوط شورائی سیاسی نظام رکھتا ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ یہ واحد نظام جس میں رعایا اور خلیفہ وقت قانون کی نظر میں برابر ہیں اسلام کا یہ اعزاز ہے کہ ادیان عالم کے مقابلہ میں معاشی، معاشرتی، سیاسی اور مذہبی نظام اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

برنارڈ لیوس نے سیاست اور مذہب کو بالکل جدا کرتے ہوئے برطانیہ، سوویت یونین اور دیگر ممالک جن کا قیام مذہب کی بنیاد پر نہیں تھا لیکن سیاسی نظریات کے بھی وہ حامل تھے ان کی مثالیں پیش کیں اور دلیل کے طور پر لکھا ہے کہ ان ممالک کے راہنما خاص طور پر وزرائے خارجہ اور نمائندگان کبھی بھی مذہبی کانفرنسوں میں شریک نہیں ہوئے۔ مزید یہ کہ برنارڈ نے مشرقی ایشیا کے بدھ مذہب سے تعلق رکھنے والی ریاستوں کی مثالیں پیش کیں کہ بدھ مذہب سے تعلق رکھنے والوں نے بھی کبھی مذہب کی بنیاد پر سیاسی بلاک نہیں بنایا۔ (۳۷) گویا کہ سیاست کی بنیاد مذہب نہیں ہے۔ برنارڈ کے نزدیک دنیا بھر میں مذہبی بنیادوں پر کوئی سیاسی بلاک نہیں ہے۔ نہ اس گروہ بندی کی کبھی کسی مذہب کے ماننے والوں نے کوشش کی۔

ان مندرجہ بالا نکات کا اگر جائزہ لیا جائے جو کہ برنارڈ لیوس نے پیش کیے اور اپنے دعوے کو مضبوط اور ثابت کرنے کے لیے جن مثالوں کا سہارا لیا اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مستشرقین اس کوشش میں ہیں کہ اسلام میں مذہب اور سیاست کے تعلق کو ایک دوسرے سے جدا ثابت کیا جائے جبکہ اسلام میں مذہب اور سیاست کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ پھر دیگر مذاہب اور اسلام سے موازنہ کیا جائے تو عیسائیت، یہودیت، ہندومت، بدھ مت جیسے مذاہب بھی مکمل نظام حیات دین سے قاصر ہیں۔ اسلام کا معاملہ بالکل ان مذاہب سے جدا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برنارڈ اسلام کا موازنہ دیگر مذاہب سے کرتا ہے تو اس معاملہ میں غلطی کا مرتکب ہوتا ہے۔ وہ جن مذاہب کی مثالیں پیش کرتا ہے کہ وہ سیاست سے جدا رہے اور مذہب کی بنیاد پر انہوں نے کبھی سیاسی ڈھانچہ قائم نہیں کیا۔ برنارڈ تو مذہب کی بنیاد پر سیاسی ڈھانچے کو فرسودہ اور پرانا کہتا ہے جو جدید دور میں ناممکن ہے۔ جس طرح سوشلزم میں مذہب کو افیون کہا ہے اور سیاسی معاشی نظام سے مذہب کو نکالنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی جیسا کہ اسلام کا اقتصادی نظام میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے لکھا ہے:

اشتراکیت اور اشتمالیت نے اگرچہ عام خوشحالی اور رفاہیت کا پیغامبر بننے کی کوشش کی مگر ایک طرف خدا سے بغاوت کر کے خدا اور اس کے بندوں کے درمیان انارکی کا باعث بنی، دوسری جانب طبقاتی جنگ کے مراحل میں الجھ کر رہ گئی۔ عالم گیر پیغام امن بننے کی بجائے وہ بھی ایک طبقہ کی مخصوص حکمرانی کے قائل نظر آنے لگے۔ (۳۸)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی نظریہ کو دیگر مفکرین نے بھی بیان کیا ہے جیسا کہ حفظ الرحمٰن نے بیان کیا ہے۔ مذہب کے متعلق جس طرح جہلاء نے غلطی کی اسی طرح بعض سکالرز نے دیگر مذاہب کی طرح اسلام کو ایک مذہب قرار دیا۔ حالانکہ اسلام عالم گیر دین ہے جبکہ دین و مذہب میں بھی کافی فرق پایا جاتا ہے۔ جس کو مستشرقین اور مستغربین دونوں سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔ مولانا مودودی نے سیرت دوعالم میں اسی طرف اشارہ پایا جاتا ہے:

عرب ممالک میں بننے والی یا مسلم ممالک ے درمیان معاشی تنظیم وغیرہ کے وجود برنارڈ لیوس سمجھنے سے غالباً قاصر رہا ہے۔ حالانکہ ان تنظیموں کا مقصد صرف محدود حد تک تھا۔ خاص طور پر تجارتی یا معاشی تعاون یا معاشی ترقی اور خود مختاری کے لیے اس طرح کی کوششیں کی گئیں۔ خاص طور پر وہ تنظیمیں جو خالصتاً معاشی خود انحصاری اور ترقی کے لیے معرض وجود میں آئیں جس میں ECO(۳۹) جو کہ پاکستان، ایران اور ترکی کا ایک معاشی معاہدہ تھا جس کو مستشرقین خاص طور پر اسلامی مذہب کی بنیاد پر ایک سیاسی بلاک تصور کرتے ہیں۔ اسی طرح کا معاملہ OIC(۴۰) بھی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور داخلی مسائل پر توجہ نہیں دیتیں جس طرح آرگنائزیشن آف امریکن اور آرگنائزیشن آف افریقن توجہ دیتی ہیں۔ اگر چہ برنارڈ لیوس دبے لفظوں میں اس کی جانبداری انسانی حقوق کے حوالے سے بیان کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بات بڑی واضح ہے کہ جتنی عیسائیوں کی تنظیمیں یا خود مغرب میں امریکہ یا فرانس اور برطانیہ کی ہیں اور انسانی حقوق کے نام پر کام کر رہی ہیں، ان کی سوچ اور ان کا دائرہ کار انسانی حقوق کے حوالے سے بڑا محدود ہے اور وہ ہمیشہ دنیا میں اپنی کمیونٹی پر زیادہ زور دیتی ہیں۔

اور جہاں مسلمانوں کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے وہاں یا تو صرف نظر کرتی ہیں یا حیلے بہانے بنا کر مسلمانوں کو ہی مورد الزام ٹھہرا دیتی ہیں جیسا کہ War Against Terroims کے نام پر ۹/۱۱ کے بعد عراق، افغانستان اور دیگر ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ پہلے مرحلہ میں مسلمانوں کو بنیاد پرست کہہ کر بدنام کیا پھر دہشت گرد بنا کر مجرم بنا دیا حالانکہ عیسائیت یا یہودیت دونوں کی بنیاد پرستی کے حوالے سے تاریخ بڑی خوفناک ہے خود عیسائیوں نے یہودیوں اور یہودیوں نے عیسائیوں کے ساتھ کیا کیا مظالم کیے، اسی طرح مسلم دنیا کے ساتھ عیسائیوں اور یہودیوں کے مظالم مذہب کی بناد پر کس قدر شرناک اور بھیانک ہیں۔ ایک اور اعتراض جو برنارڈ مسلمانوں پر کرتا ہے کہ باقی مذاہب کے مقابلے میں مسلمانوں کا سیاست کے حوالے سے منفرد رجحان ہے۔ اس حوالے سے برنارڈ کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس انفرادیت میں مذہب سے لگاؤ رکھنے والا یا نہ رکھنے والا دونوں برابر ہیں۔ حتیٰ کہ مختلف گروہوں میں ایسے رجحانات پائے جاتے ہیں، برنارڈ کے نزدیک اگر چہ یہ ایک وفاداری ہے مگر بدتر وفاداری ہے۔(۴۱) اس کا جواب بھی پھر اس کی طرف لوٹتا ہے کہ برنارڈ نے اسلام اور دیگر مذاہب کو سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ اسلام چونکہ نظام ہائے زندگی کے اہم نظام یعنی سیاسی نظام کا پورا ڈھانچہ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اور صدیوں یہ نظام انسانوں کا پسندیدہ رہا ہے اور اس فلاحی نظام نے انسانیت کی حد درجہ خدمت کی ہے جو دیگر نام نہاد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مذاہب کرنے سے قاصر رہے ہیں، اسلام نے کر دکھایا۔ یہ بات مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام کی ابتدا کسی ریاست کے حصول سے نہیں ہوئی بلکہ ریاست خود ایک جدو جہد اور قربانی کے نتیجہ میں ایمان اور اعمال صالحہ اور رجوع الی اللہ سے حاصل ہوئی اور یہی قرآن کا وعدہ ہے۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ (۴۲)

یہ سنت اللہ ہے، یہی واقعہ ہوا۔ مسلمانوں میں اصل قدر ریاست یا زمین یا حکومت کا مل جانا نہیں بلکہ اصل چیز ایمان اور اعمال صالح ہیں جو مسلمانوں کے عروج کا اصل سبب ہیں۔

برنارڈ لیوس اپنی کتب میں اسلام کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو نفرت و تشدد کی تحریک دی۔ (۴۳) اسلام پر یہ الزام دراصل کند ذہن کی پیداوار ہے اور اس میں حافظہ کی کمزوری اور دین اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ نہ کرنا بھی اس بیان کا شاخسانہ ہے۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو نفرت و تشدد نہیں بلکہ خیر و بھلائی کا درس دیا۔ جب کہ قرآن کریم کی تعلیمات سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے کہ:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ (۴۴)

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ (۴۵)

اور ساتھ ہی ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۴۶)

اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے نسلی امتیاز پر شدید ضرب لگائی، اقصائے عالم میں رہنے والا ہر مسلمان، بلا تمیز رنگ اور نسل ایک دوسرے کا ہم رتبہ ہیں۔ اسلام نے عظمت کا معیار کردار کو مقرر کیا، ذات پات، برداری، حسب و نسل، مال و دولت، قوت و اقتدار کے امتیاز کو صرف ایک جملہ کہہ کر رد کر دیا۔

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ (۴۷)

یہ ایک نیا معار تکریم تاھ جو نسانی تکوالام ھے عطا کیا۔ اس کا نتیجہ تھا کہ عالم اسلام میں مختلف النسل اقوام نے ایک ملت کی حیثیت سے زندگی بسر کی۔ یہ ایسی مساوات تھی جس نے رنگ و نسل کے مسائل پر نہایت کامیابی سے قابو پایا۔ بین الاقوامی اسلامی برداری کا قیام اور اس کا استحکام ہی یہ ثابت کرتا ہے کہ اسلام ایک بین الاقوامی مذہب ہے جو قومی اور نسلی امتیازات سے بلند تر ہے اور یہ ہر علاقے اور ہر رنگ و نسل کے لیے قابل عمل نظام ہے اسلام محض افراد کی اصلاح نہیں کرتا بلکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صالح افراد کے ذریعے ایک نظریاتی معاشرہ ترتیب دیتا ہے، یہ محض الزام ہے کہ اسلام شدت پسند ہے اور اسلام کے ماننے والوں کی نفرت کا رخ مغرب کی طرف ہے بلکہ اسلام نے تو اس وقت غیر مسلموں سے نفرت نہیں کی جب اسے عروج حاصل تھا اور اب اسلام کے ماننے والے کیونکر مغرب کے مثبت کردار سے نفرت کریں گے ہاں البتہ منفی کردار کے حامل افراد اور معاشرے سے اسلام کے ماننے والے اس وقت بھی نفرت کرتے تھے اور آج بھی کرتے ہیں چاہے ان کا تعلق اسلام سے ہو یا کسی اور مذہب سے، البتہ یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ مغربی دانشور اپنے عوام کو اسلام کے خلاف اس قسم کا پروپیگنڈا کر کے دور رکھنے کی سازش میں کسی حد تک کامیاب ہونے کی کوشش ضرور کرتے ہیں تا کہ اپنے ناسمجھ عوام کو اسلام کی غلط تصویر پیش کر کے اسلامی تعلیمات سے دور رہنے پر آمادہ کیا جاسکے۔

برنارڈلیوس کا یہ کہنا کہ ابتداء ہی سے اسلام مسلمانوں کی یادوں اور ذہنوں میں سیاسی اور فوجی طاقت کے استعمال سے جڑا ہوا ہے۔(۴۸) دراصل اس بیان کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام طاقت کے زور پر پھیلا جب کہ داعی اسلامؐ سے لے کر آج تک اسلام کسی پر بالجبر مسلط نہیں کیا گیا۔ دلوں کو تلوار سے مسخر نہیں کیا جاسکتا۔ کردار کی تعمیر جبر سے نہیں ہوتی۔ آپؐ نے تبلیغ کی ابتدا فرمائی تو تن تنہا تھے۔ کوئی فوجی قوت اور سیاسی طاقت نہ تھی۔ کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ تلوار کے زور پر ایک ایک فرد کو اپنا تابع بنا رہے تھے۔ اس کے برعکس معاشرے کی تلواریں ان کے اور ان کے متبعین کے خلاف بے نیام ہوگئیں، قریش نے انہیں مٹا ڈالنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ظلم کا کوئی حربہ نہیں تھا جو آزمایا نہ گیا ہو، جو مسلمان ہوگئے ان پر قیامت توڑی گئی اور خود آپ کو بے آب و گیاہ گھاٹی میں برسوں محصور رہنے پر مجبور کر دیا گیا۔(۴۹)

ترک وطن پر مجبور کیا گیا، جائیدادیں ضبط ہوئیں لیکن ایک بھی آپ کا ساتھی (صاحب ایمان) ایسا نہ تھا جس نے ان مظالم سے تنگ آکر اسلام کو ترک کر دیا ہو۔ آخر ان السابقون الاولون کو اسلام سے وابستہ رکھنے میں کونسی قوت، کونسا جبر، کونسی تلوار کارفرما تھی۔ کیا یہ قوت محض اسلام کی کشش نہیں تھی۔ اسلام بذات خود ایک قوت ہے جو ہر بیرونی قوت سے مدافعت کرنے کا ولولہ عطا کرتا ہے۔ بلکہ اسلام کے ابتدائی تیرہ سال تلوار یا فوجی طاقت کے نام سے بھی واقف نہ تھے۔ اگر فوجی طاقت کا استعمال ہی کرنا ہوتا تو پھر فتح مکہ کے موقع پر اگر آپؐ چاہتے تو بزور قوت غیر مسلموں کو زبردستی اسلام میں داخل ہونے پر مجبور کر سکتے تھے۔ لیکن اس وقت بھی آپؐ نے عام معافی کا اعلان فرمایا اور بہت سے لوگ اس وقت بھی غیر مسلم رہے اور اپنے سابقہ ادیان پر قائم رہے، خود ایک مستشرق منٹگمری واٹ کا یہ بیان اسلام کے حق میں دلیل ہے کہ جو اس نے فتح مکہ کے باب میں تحریر کیا کہ:

"محمد نے صفوان سے پچاس ہزار درہم اور عبداللہ بن ربیعہ حویطب سے فی کس چالیس ہزار درہم قرض لیے اور ضرورت مندوں میں فی کس پچاس درہم تقسیم کیے۔ ان رؤسا کو مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کی گیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ اور بہت سے دوسرے کفر پر قائم رہے۔" (۵۰)

جبکہ خود اہل مغرب وعیسائیت کی مذہبی کتب میں فوجی طاقت سے مخالفین کو قتل عام کرنے کا درس دیا گیا ہے اور آج بھی پوری آب وتاب کے ساتھ موجود ہے۔ ملاحظہ ہو:

"اور تو ان سب قوموں کو جن کو خداوند تیرا خدا تیرے قابو میں کر دے گا نابود کر ڈالنا۔" (۵۱)

پیر کرم شاہ الازہری 'ضیاء النبی' میں لکھتے ہیں:

"یہ غزوات وسرایہ نہ تو دشمن کو مشتعل کرنے کے لیے تھے اور نہ یہ ڈاکے تھے اور نہ ہی ان کا مقصد لوگوں کو بذور شمشیر مسلمان بنانا تھا۔ بلکہ یہ غزوات وسرایا ایک ایسی قوم کی دفاعی حکمت عملی کا حصہ تھے جسے چاروں طرف سے خونخوار دشمنوں نے گھیر رکھا تھا لیکن وہ قوم دشمنوں کے اس ہجوم کے درمیان عزت ووقار کے ساتھ زندہ رہنا چاہتی تھی۔" (۵۲)

خلاصہ بحث:

مستشرقین کو معلوم ہے کہ اسلام کی قوت کا راز اس کی رحیمانہ تعلیمات اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے مشفقانہ کردار میں مضمر ہے۔ لیکن وہ اس حقیقت سے انکار کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس حقیقت کے بغیر وہ اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جو پیغمبر اسلام کے گرد جمع تھے انہیں آپ ؐ کی رحیمانہ اداؤں نے اپنی طرف کھینچا تھا اور اسلام جس ہستی کے حضور سجدہ ریز ہونے کی تعلیم دیتا ہے وہ الرحمٰن اور الرحیم ہے، تو پھر ظلم وعدوان کی چکی میں پستی ہوئی نسل انسانی کو دنیا کی کوئی طاقت اسلام کے دامن میں پناہ لینے سے نہیں روک سکتی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر محمد احمد دیاب، اضواء علی الاستشراق والمستشرقین، قاہرہ، ۱۹۸۹ء، ص ۱۰

۲۔ شاہ محمد کرم، الازہری، ضیاء النبی، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۱۸ھ، ج ۶ ص ۱۱۹

3. Collins, cobuild advance, dictionary, harter, collin publisher, 2009

۴۔ الدیب، عبدالعظیم، المنہج عند المستشرقین، ص ۳۳۸، ۳۳۹

۵۔ جارج سیل کے مقدمہ قرآن کا تحقیقی جائزہ، القلم شمارہ ۱۳، جون ۲۰۰۹ء، علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

۶۔ ڈاکٹر فودسیزگین، مقدمہ تاریخ تدوین حدیث، مترجم سعید احمد، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۱۸

7. Wikipedia organization,

8. www.townhall.com/bookclub/lewis1-html retrieved on 24-1-2012

9. Bernard lewis, the crisis of Islam, p.xvii

10. www.townhall.com/bookclub/lewis1-html retrieved on 24-1-2012

11. Bernard Lewis, The Crisis of Islam, p.xvii

12. Bernard Lewis, The Crisis of Islam, p.4

۱۳۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۹۹۹ء، ح ۵۰۶۳

۱۴۔ النساء: ۳۶

۱۵۔ البقرہ: ۲۱۵

16. Bernard Lewis, The Crisis of Islam, p.5, Phoenix Ortion Books ltd. 2003, Uk.

۱۷۔ الدیب، عبدالعظیم، المنہج عند المستشرقین، ص ۳۵۱

18. Bernard Lewis, The Crisis of Islam, p.5.

19. ibid

۲۰۔ التوبہ: ۱۰۸

۲۱۔ آلعمران: ۹۷

۲۲۔ مشکوۃ، باب المساجد و مواضع الصلاۃ، ح ۶۷

۲۳۔ علوی، ڈاکٹر خالد، اسلام کا معاشرتی نظام، المکتبۃ العلمیہ، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۲۵۷

24. Bernard Lewis, The Crisis of Islam7 p.

۲۵۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب خاتم النبیین، ح ۳۵۳۴

۲۶۔ آلعمران: ۸۳

۲۷۔ ایضا: ۸۵

۲۸۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۹ء، ص ۱۳۹

۲۹۔ غار حرا کو Mount Hara، داؤد الظاہری کو David-al Jawawari اور عروہ کو Arwe لکھا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے

© rasailojaraid.com